ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

عدالتی خلع کے جوازاور عدم جواز کی مباحث: ایک تجزیاتی مطالعہ

LEGAL KHULA: ANALYSIS OF PERMISSIBILITY AND NON-PERMISSIBILITY: A CRITICAL STUDY

***Dr. Farhat Naseem Alvi, **Abdul Satar, ***Dr. Zahira Nisar**

***Chairperson, Department of Islamic Studies, University of Sargodha**
PhD Scholar Department of Islamic Studies, **University of Sargodha
*****Assistant Professor, Department of Urdu Encyclopaedia of Islam, Allama Iqbal Campus, University of the Punjab Lahore**

ABSTRACT:
Islam has granted men the right to issue divorce, and similarly, it has given women the right of 'khula.' This distinctive feature is exclusive to Islam, which has established balanced rights for both men and women, preventing any injustice. If a wife finds her husband displeasing for any reason and, despite her efforts, is unable to reconcile with him, she has the option to compel him to grant a divorce. However, if the husband is not willing to divorce, she has the right to seek freedom by offering him financial compensation in exchange for a release from the marriage.
In the current era, the trend of divorce and annulment is rapidly increasing. Divorce and annulment are often sought over small domestic disputes, and when these disputes are brought to court, judges sometimes issue divorce or annulment orders even in cases where the opinions of some esteemed scholars differ. In this article, an attempt is made to provide a comprehensive review of legal divorce based on the study of various religious jurisprudential books. The aim is to clarify the diverse opinions of different respected scholars regarding judicial divorce so that the perspectives of various scholars on this matter can be clearly understood.
Key words: *Khula, Divorce, Marriage*

تمہید:

اسلام نے جس طرح مرد کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح اگر کسی وجہ سے بیوی اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اسلام نے عورت کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے علیحدگی یعنی خلع حاصل کر لے اور یہ خصوصیت صرف اسلام کے ساتھ خاص ہے کہ اس نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حقوق بھی مقرر کر دیئے ہیں۔

خلع کا لغوی معنی

خلع عربی زبان کا لفظ ہے اور **خَلع** سے نکلا ہے جس کے معنی "اتارنے" کے آتے ہیں،

صاحب لسان العرب ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"خلع الشئی یخلعہ خلعاً کنزعۃ"[1]

"کہ کسی چیز کو چھوڑ دینا، اتار دینا، کھینچ دینا۔"

خلع کی اصطلاحی تعریف:

علامہ ابن ہمام نے خلع کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے۔

" ازالۃ ملک النکاح ببدل بلفظ الخلع"[2]

---

[1] محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، لسان العرب (بیروت: دار صادر، 1956ء) 8/76

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

" یعنی خلع کے لفظ کے ذریعے معاوضہ لے کر ملک نکاح کو زائل کرنا۔"

ابن عابدین حنفی خلع کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"ھوازالتملک النکاح المتوقفۃ علی قبولھا بلفظ الخلع او ما فی معناہ"[3]

"لفظ خلع یا اس کے ہم معنی لفظ کے ذریعے ملکیت نکاح ختم کرنے کو خلع کہتے ہیں جو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔"

ابن حجر عسقلانیؒ (م852ھ) خلع کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"خاتون کی طرف سے دیے گئے مال کے بدلے میں شوہر کا بیوی سے علیحدگی اختیار کرنا"[4]

خلع کے الفاظ

احناف کے نزدیک خلع کیلئے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

- **خالعتک** (میں نے تم سے خلع کیا)،
- **باینتک** (میں نے تم سے باہم علیحدگی اختیار کی)،
- **بارئتک** (میں نے تم سے براءت حاصل کی)،
- خرید و فروخت کے الفاظ مثلاً بیوی کہے میں نے تجھ سے اتنے روپے کے عوض طلاق خرید کی یا شوہر کہے میں نے تجھے اتنے روپے کے عوض طلاق فروخت کی۔[5]

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں

" شوافع کے ہاں کچھ لفظ خلع کیلئے صریح استعمال ہوتے ہیں اور کچھ کنایہ 'خلع اور مباراۃ' یہ دونوں لفظ صریح ہیں اور باقی کنایہ اور ان کے نزدیک جن الفاظ سے کنایہ طلاق مراد لی جاتی ان ہی الفاظ سے خلع مراد لیا جاتا ہے"[6]

ابن قدامہ حنابلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حنابلہ کے ہاں "خلع اور مباراۃ" کے لفظ کے علاوہ فسخ نکاح کا لفظ بھی خلع کیلئے صریح ہے۔[7]

مالکیہ کے نزدیک خلع کیلئے چار لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ مباراۃ، صلح، فدیہ اور خلع مگر ان الفاظ میں قدرے فرق ہے۔

خلع سے مراد یہ ہے کہ مرد نے عورت کو جو کچھ دیا تھا سب اس کو واپس مل رہا ہے۔

---

[2] کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام، فتح القدیر (مصر: المطبعہ الامیریہ، 1316ھ) 3/199

[3] ابن عابدین، محمد امین، حاشیہ ابن عابدین (بیروت: دار المعرفۃ، 2011ء) 5/88، 87

[4] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری، تحقیق: عبد العزیز بن باز و محی الدین بن الخطیب (بیروت: دار الفکر) 9/396

[5] محمد بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین، رد المختار (بیروت: دار المعرفۃ، 2007ء) 5/91

[6] محیی الدین یحیٰ بن شرف نووی، منہاج الطالبین (جدہ: دار المنہاج، 2005ء) 64

[7] ابو محمد عبد اللہ احمد بن محمد قدامہ، المغنی (مصر: دار المنار، 1367ھ) 7/250

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

صلح سے مراد یہ ہے کہ مرد نے جو کچھ دیا ہے اس کا کچھ حصہ عورت خلع میں واپس دے رہی ہے۔

فدیہ سے مراد یہ ہے کہ عورت مرد کو مہر سے زیادہ دے رہی ہے۔

مباراۃ سے کی اصطلاح اس وقت استعمال ہوتی ہے جب بیوی خاوند کے ذمہ اپنے کی واجب الادا حق سے دست بردار ہوتی ہے۔[8]

خلع کی اقسام

خلع کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ مرد کی طرف سے اس کی ابتداء ہو جیسا کہ وہ یہ کہے "تم مجھے ایک ہزار روپے دو میں تمہیں خلع دے دوں گا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد نے خلع کیلئے شرط رکھی ہے اسے فقہ کی اصطلاح میں " **تعليق الطلاق بقبول المال** " کہا جاتا ہے اس صورت میں:

☆ اگر عورت شرط مان لے تو طلاق ہو گی ورنہ نہیں۔

☆ عورت کے اس شرط کو قبول کرنے سے پہلے مرد نہ تو اسے واپس لے سکتا ہے اور نہ عورت کو اس کے قبول کرنے سے روک سکتا ہے۔

☆ مرد کو شرط خیار نہیں ہو گا یعنی وہ یہ نہیں کہ سکتا کہ میں اتنی رقم پر خلع کرتا ہوں لیکن مجھے تین دن کا اختیار رہے گا اس دوران اسے ختم بھی کر سکتا ہوں۔

☆ جس مجلس میں مرد نے یہ شرط رکھی اس مجلس کے ختم ہونے سے یہ شرط ختم نہیں ہو گی عورت اسے بعد میں بھی قبول کر سکتی ہے یا یہ کہ وعورت اگر مجلس میں نہیں ہے تو وہ اطلاع ملنے پر بھی قبول کر سکتی ہے۔

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ عورت کی طرف سے اس کی ابتداء ہو یعنی عورت کی طرف سے خلع کے معاوضہ کی پیشکش ہو اس میں احکام مختلف ہوں گے۔

☆ عورت شوہر کے قبول کرنے سے پہلے واپس لے سکتی ہے۔

☆ اسے شرط خیار ہو گا اگر شوہر کہے میں تم سے اتنی رقم پر خلع کر رہا ہوں تمہیں تین دن کا یا اس سے زیادہ کا اختیار ہو ہے اگر اس مدت میں قبول کرے تو خلع ہو گا ورنہ نہیں۔

☆ جس مجلس میں عورت نے پیشکش کی ہے اسی مجلس میں اسے قبول کرنا ضروری ہے۔[9]

خلع کا جواز۔ قرآن کریم کے تناظر میں

مفسرین کرام اور فقہاء خلع سے متعلق بحث کے دوران مندرجہ ذیل آیت کا حوالہ دیتے ہیں۔

ٱلطَّلَٰقُ -------------------- ٱلظَّٰلِمُونَ [10]

---

[8] محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابن رشد، ہدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد (قم: منشورات الرضی، 1966ء) 66/2

[9] ابن عابدین، رد المختار، 769/2

[10] البقرۃ 229:2

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

"طلاق دو بار ہے اس کے بعد شوہر بیوی کو قاعدے کے مطابق روک لے یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے اور تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم نے جو اپنی بیویوں کو دیا ہے ان سے واپس لے لو مگر یہ کہ دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ چنانچہ اگر دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں کیلئے اس میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں"

اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں جس میں میں مفسرین اور فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

خِفْتُمْ کے مخاطب کون لوگ ہیں؟

وہ کونسی حدود ہیں جسے خلع کی بنیاد قرار دیا گیا ہے؟

فَإِنْ خِفْتُمْ سے کن لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔

ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد میاں بیوی ہیں یعنی اگر زوجین کو یہ خوف ہو کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے تو وہ خلع کر سکتے ہیں۔

جمہور کی رائے یہ ہے کہ سورۃ النساء کی آیت 35 اور **إِنْ خِفْتُمْ** میں حکام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اسی آیت کے الفاظ **ان یرید اصلاحا** سے مراد حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد اور دوسرے مفسرین کے نزدیک حکمین ہیں کہ اگر حکمین صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کر دے گا۔[11]

تیونسی مفکر محمد طاہر بن عاشور کے نزدیک اگر اس آیت میں **خفتم** میں **تم** کی ضمیر سے اگر زوجین کو مخاطب کیا گیا ہو تا تو قرآن کے الفاظ یوں ہوتے: **فان خفتما ان لا تقیموا یا تقیما** (اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم اللہ کی حدود میں نہیں رہ پاؤ گے)۔[12]

ابو زہرہ کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے یا تو مسلمانوں کی جماعت کو مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ وہ اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں یا پھر اس کے مخاطب خواتین و حضرات کی ایک جماعت ہے۔ تاہم ابو زہرہ نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے۔[13]

اور دوسری بات جو اس آیت میں قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت میں خوف یا حدود اللہ سے مراد ایسی کون سی حدود ہیں جن کی بنیاد پر خلع کو جائز قرار دیا گیا ہے؟

امام شافعیؒ کے نزدیک اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک اللہ کی مقرر کردہ حدود میں نہ رہ سکتا ہو تو ان دونوں کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے۔[14]

امام ابو بکر الجصاص کے نزدیک **إِلَّآ أَن يَخَافَآ** سے مراد یہ ہے کہ "اگر وہ دونوں یہ سمجھیں۔[15]

---

[11] محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق، سمیر البخاری (ریاض: دار عالم الکتب، 2003)، 175/5

[12] محمد طاہر بن عاشور، تفسیر التحریر اوالتنویر (تیونس: دار سحنون، 1997) 408/2

[13] ابو زہرہ، زہرۃ التفاسیر (قاہرہ: دار الفکر العربی)، 779/2

[14] محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام، تحقیق احمد بدر الدین حسون (بیروت، دار کتیبہ، 2003) 178/11

[15] ابو بکر احمد الجصاص، احکام القرآن، تحقیق صدیق محمد جمیل (بیروت: دار الفکر، 2001) 533/1

حدود اللہ میں نہ رہنے کا خوف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک ازواجی ذمہ داریاں پوری نہ کرتا ہو۔[16]

ابو زہرہ کا کہنا ہے کہ میاں بیوی دونوں کے حدود اللہ میں نہ رہنے کی صورتحال دو طرح سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ عورت ناشزہ ہو (اپنی ازواجی ذمہ داریاں نہ پوری کرتی ہو) شوہر کی نافرمان ہو یا اسے نکاح کے لیے مجبور کیا گیا ہو، جیسا کہ ثابت بن قیس بن شماس الانصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر میں کوئی ایسی بات ہو جس کی وجہ سے اس کے ساتھ ازواجی زندگی ناممکن ہو۔[17]

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورت تین میں سے کوئی ایک جملہ بولتی ہے تو شوہر کے لیے اس سے فدیہ لینا جائز ہوتا ہے، "جب وہ کہے میں تیری اطاعت نہیں کروں گی، میں تمہاری قسم پوری نہیں کروں گی، اور میں غسل جنابت نہیں کروں گی،"۔[18]

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عورت شوہر کی نافرمانی کرے اور بد خصلت ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اللہ کی حدود کو پورا نہیں کر رہی۔ امام جصاص نے ابن عباس کا پورا واقعہ یوں نقل کیا ہے:

> **"فتقول واللہ لاابرءلک قسماولااطاءلک مضجعاولااطیع لک امرفاذافعلت ذلک فقدحل لہ منھاالفدیۃ ولایاخذ اکثرمما اعطاھا شیئا ویخلی سبیلھا وان کانتالاساءۃمن قبلھاثم قال فان طبن لکم عن شیئ منہ نفسافکلوہ ھنیامریئایقول ان کان عن غیرضرارولاخدیعۃفھوھنیئ مرییءکماقال اللہ تعالی "فان طبن لکم عن شئی منہ نفسا۔"**[19]

> (پس اگر وہ کہے: "خدا کی قسم میں تمہاری قسم پوری نہیں اور تمہارے ساتھ ایک بستر پر نہیں لیٹوں گی اور تمہارا کہا نہیں مانوں گی" اگر اس نے ایسا کیا تو مرد کے لیے اس سے فدیہ لینا جائز ہو گا لیکن وہ اس سے اس سے زیادہ نہ لے جو اس نے مہر میں دیا تھا اور اس کو چھوڑ دے بشرطیکہ برائی عورت کی جانب سے ہو۔ پھر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دے تو اسے شوق سے خوش ہو کے کھاؤ)۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر عورت کا معاف کرنا بغیر دھوکے اور ضرر رسانی کے ہو تو اللہ کے بیان کے مطابق وہ خوشی سے چھوڑا ہوا ہے۔

ضرر سے کیا مراد ہے اس کا ذکر شرح منح الجلیل علیٰ مختصر خلیل میں یوں ملتا ہے۔

> **"(ولھا)ای الزوجۃ(التطلیق) جبراًالزوج طلقۃ واحدۃ تبین بھاسبب (الضرر) من الزوج لھا کقطع کلامۃعنھاوتولیۃ وجھہ عنھا فی الفراش لامنعھامن حمام وتفرج علیٰ قطع الخلیج والمحمل والکسوۃوالموکب اوتادیبھاعلیٰ ترک حق اللہ تعالیٰ کالصلوۃوغسل الجنابۃوالتسری والتزوج علیھا "**[20]

---

[16] جصاص، احکام القرآن، 1/534

[17] ابو زہرہ، زہرۃ التفاسیر، 2/777

[18] جصاص، احکام القرآن، 1/534

[19] جصاص، احکام القرآن، 1/534

[20] محمد علیش، شرح منح الجلیل علیٰ مختصر العلامۃ خلیل، 2/179

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

خاوند کی طرف سے پہنچنے والی ایسی اذیت جس کی وجہ سے عورت کے لیے خاوند کے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے ضرر میں داخل ہے ۔، جیسے بیوی سے قطع کلامی کر لینا، دوسرے بستر میں اس سے روگردانی کرنا اور اعراض کرنا البتہ ایسا کام جس کا خاوند کو شرعاً حق حاصل ہے اگرچہ بیوی کو ناگوار ہی ہو ضرر میں داخل نہیں ہے جیسے دوسرا نکاح کرنا، باندی سے جماع کرنا، اسے حمام میں جانے یا سیر سپاٹے سے روکنا، نماز یا غسل جنابت چھوڑنے پر تادیب کرنا۔

یعنی اگر شوہر بیوی کو مارتا ہو اس پر ظلم کرتا ہو یا دوسری ایسی وجوہات جو شرعاً ضرر میں داخل ہیں ان وجوہات کی بناء پر بیوی کیلئے جائز ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے خلع سے حاصل کرلے۔

پاکستان میں خلع سے متعلق عدالتی تشریحات

قیام پاکستان کے بعد اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ ملک میں ایسے قوانین بنائے جائے تو قرآن وسنت کے مطابق ہوں اس لیے پاکستان بنتے ہی پاکستان کے دستور و آئین کی ترتیب و تدوین کے بارے میں کوششیں شروع ہوگئی اور بالاخر 1973ء میں پاکستان کو ایک متفقہ اور متحدہ آئین مل گیا۔اس کے ساتھ ہی عائلی مسائل پر بھی بحث ومباحثہ جاری رہااور 1961ء میں ایک ایکٹ منظور ہو گیا جسے پاکستان میں لاگو کر دیا گیا۔

مغربی پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ 1964ء کے تحت فیملی کورٹس کو تشکیل دیا گیااور ان کی حدود اور سماعت اور اختیار سماعت کا تعین کیا گیا۔ یہ کورٹ فیملی مقدمات یعنی عائلی معاملات کو سماعت کرنے کا خصوصی اختیار سماعت رکھتی ہیں۔فیملی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل صرف ہائیکورٹ میں ہی دی جاسکتی ہے۔ ہر ٹاؤن اور سٹی میں فیملی جج کی عدالت موجود ہے۔بعض مقدمات پر یہ صرف فیملی کورٹ ہے لیکن اکثر علاقہ جات میں سول جج کی عدالت کو ہی فیملی عدالت کے بھی اختیارات دیئے گئے ہیں۔[21]

اسلامی قوانین میں کوئی شعبہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنے عائلی قوانین اہمیت رکھتے ہیں۔عام طور پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ملک میں موجودہ عائلی قوانین قرآن وسنت کے مطابق ہیں ۔لیکن یہ بات بھی زیر نظر لانی چاہئے کہ قیام پاکستان سے پہلے انگریزوں کی حکومت کے وقت برصغیر میں جو قوانین یا رسم ورواج تھے اسلام بھی ان سے متاثر ہوئے بنا رہ سکا ۔لہذا قیام پاکستان کے بعد جو قوانین بنائے گئے ان میں عہد برصغیر کے قوانین کے کچھ اثرات پائے گئے۔

عدالتی خلع اور اسلامی نظریاتی کونسل

خلع کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات:

کونسل نے خلع کے بارے میں حکومت پاکستان کو جو سفارشات پیش کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

پہلا مفروضہ ہے کہ طلاق کی درخواست عائلی عدالت میں دی جائے گی یا خاتون کہاں درخواست جمع کروائے۔

دوسرا مفروضہ عدالت فریقین سے صلح کا تقاضہ کرے گی یا پھر شوہر کو طلاق کا حکم دے گی۔

تیسرا یہ کہ اس مرحلے کے بعد عدالت نکاح ختم کرے گی۔

چوتھا یہ کہ ریاستی اتھارٹی (یعنی عدالت) کو شوہر کو طلاق پر مجبور کرنا پڑ سکتا ہے۔

پانچواں یہ ہے کہ عدالت خود ہی طلاق کی تشہیر اور فیصلہ کرے گی اور یہ سفارشات یہ ثابت کر رہی ہیں کہ عدالت کی مداخلت ہو گی۔[22]

---

[21] کتابچہ، ضابطہ فوجداری، خصوصی دفعات آرڈیننس 1965ء

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ خلع کے بارے سفارشات قرآن وسنت سے انحراف کرتی ہیں۔چند نکات درج ذیل ہیں۔

- کونسل کی یہ سفارش سورۃ البقرۃ کی آیت 229 کے ان الفاظ "ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے" سے انحراف لگتی ہے جس کے مطابق عورت آزادی حاصل کرنے کیلئے شوہر کو کچھ ادا کرتی ہے۔
- یہ سفارش حضرت حبیبہ کے واقعہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وضع کردہ نظیر سے بھی انحراف کرتی ہے۔ جس میں رسول اکرم ﷺ نے خاتون کو آزادی کے بدلے میں شوہر کی طرف سے دیئے گئے مہر کو لوٹانے کا حکم دیا تھا۔
- یہ سفارش ان صورتوں میں شرعی احکامات خاص طور پر قرآن وسنت کے مطابق ہوگی جس میں جھگڑے کی وجہ شوہر ہو۔
- یہ سفارش مغربی پاکستان کی عائلی عدالتوں کے قانون مجریہ 1964ء جس میں 2002ء میں ترمیم کی جاچکی ہے کہ سیکشن 10 کے ساتھ تداخل کر رہی ہے جس میں خلع کے بارے میں قانون موجود ہے۔[23]

اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی یہ رائے دی ہے کہ عدالتوں کو خلع کے نام پر فسخ نکاح سے پرہیز کرنا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ خلع فریقین کے درمیان ایک رضامندی کا عقد ہے لہذا شوہر کی رضامندی کے بغیر نہ دی جائے۔[24]

اسلامی نظریاتی کونسل کی خلع کے بارے میں پیش کردہ سفارش قرآن وسنت سے متصادم ہے کیونکہ اس سفارش کے مطابق اگر عورت عدالت میں خلع کا کیس دائر کرے اور شوہر 90 دن کے اندر اپنی بیوی کو طلاق نہ دے تو عدالت ان میں تفریق کر دے گی جبکہ قرآن وسنت کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں،فقہاء کی آراء کے مطابق عدالت ہر ممکن کوشش کرے گی کہ شوہر عدالت میں حاضر ہو اور اس کے بعد عدالت اس بات کی تحقیق کرے گی کہ عورت نے جس بنیاد پر خلع کی درخواست دی ہے اور جو الزام اس نے اپنے شوہر پر لگائے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔اگر عورت کے دعوی کی تصدیق ہو جائے یعنی اس نے الزامات اس نے اپنے شوہر پر لگائے ہیں وہ درست ثابت ہو جائیں اور یہ وہی وجوہات ہوں جن کی بنیاد پر عدالت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے تو اس صورت میں عدالت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو گا اگر ان صورتوں کے علاوہ عدالت فسخ نکاح کی ڈگری جاری کر دے تو وہ درست نہیں۔

اس وقت عدالتی خلع کے بارے میں چار رجحان سامنے آتے ہیں۔

1. مطلقاً جواز
2. مطلقاً عدم جواز

---

[22] ڈاکٹر محمد منیر، اسلامی شریعت اور پاکستانی قانون میں خلع کی حیثیت رسول اکرم کی سنت یا عدالتی اجتہاد (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی 2017ء)،54

[23] ڈاکٹر محمد منیر، اسلامی شریعت اور پاکستانی قانون میں خلع کی حیثیت 55،54

[24] "Don't annual marriages in the name of khula, CII Chief urges courts",The Express Tribune ,May 28,2020 available at http://tribune.com.pk/story/893494/dont-annual-marriages-in-the-name-of-khula-cci-chief-urges-courts/ (accessed 08- 08 -2020

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

.3

.4 عدم جواز مع فسخ نکاح

.5 مالکی مذہب پر فتوی دینا

عدالتی خلع کے بارے میں جو رجحانات سامنے آتے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مطلقاً جواز

عدالتی خلع کے بارے میں فتوے کا ایک رجحان یہ ہے کہ اگر عورت عدالت میں یہ دعوی کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی یا وہ بس اتنا ہی کہہ دے کہ اسے اپنے خاوند سے نفرت ہے اور عدالت بذریعہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ اب یہ اکھٹے زندگی نہیں گزار سکتے اس کے بعد اگر قاضی یا جج ان کے درمیان خلع کر دے تو یہ خلع واقع ہو جائے گا۔ فتوے کا یہ رجحان عام طور پر عرب ممالک اور پاکستان میں اہل حدیث فتاوی جات میں پایا جاتا ہے۔

اس حوالے سے فتاوی نذیریہ، فتاوی اہل حدیث، فتاوی اصحاب الحدیث، مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی کا فتوی سے چند فتاوی ذکر کیے گئے ہیں۔

دلائل

جو حضرات یہ کہتے ہیں عدالتی خلع جائز ہے اور شوہر کی رضامندی ضروری نہیں۔ یہ حضرات آیت خلع اور حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ کے واقعے والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

1۔ یہ حضرات آیت خلع سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت میں "فان خفتم" کے مخاطب قاضی اور حکام ہیں۔ اگر قاضی یا جج یہ محسوس کرے کہ میاں بیوی اب حدود اللہ کو قائم رکھتے ہوئے ایک ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے تو قاضی یا جج کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان کا نکاح فسخ کر دے۔

2۔ ان حضرات کی دوسری دلیل حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ کا واقعہ ہے، جس میں حضرت محمد ﷺ نے حضرت ثابت کو فرمایا کہ **طلقها** یعنی اسے طلاق دے دو۔ یہاں پر **طلقها** امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے جب تک کوئی ایسا قرینہ نہ پایا جائے جس سے دوسرا معنی مراد لیا جاسکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت محمدؐ نے حضرت ثابت کو جو طلاق دینے کا حکم دیا تھا وہ بحیثیت قاضی کے تھا نبی اور مرشد کی حیثیت سے نہیں، کیوں کہ اگر یہ بات ہوتی تو نبی کریم ﷺ انہیں طلاق کا حکم نہ دیتے بلکہ پہلے مشاورت فرمالیتے یعنی کہتے اگر چاہو تو طلاق دے دو۔ آپ کا براہ راست حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا حکم لازمی تھا یعنی حضرت ثابت کو اس میں خلع دینے یا نہ دینے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر عدالت تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ ان کا ساتھ رہنا اب ممکن نہیں اور تفریق ہی معاملے کا واحد حل ہے تو قاضی یا عدالت کو تفریق کر دینی چاہیے خاوند راضی ہو یا نہ ہو۔[25]

مطلقاً عدم جواز

عدالتی خلع کے بارے میں فتوی دینے کا ایک رجحان یہ سامنے آتا ہے کہ مروجہ عدالتی خلع چونکہ خلاف شریعت ہیں اس لیے عدالت کی تفریق سے میاں بیوی کے رشتے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ رجحان فتاوی دار العلوم دیوبند اور احسن الفتاوی میں پایا جاتا ہے۔

دلائل

[25] عبد العزیز ابن باز، مجموع الفتاوی، (جدہ: دار القاسم للنشر، 1420ھ)، 260/21

یہ حضرات بھی آیت خلع اور حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

1۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلع کے معاملے میں میاں بیوی دونوں کو برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

1۔ دلیل حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ کا واقعہ ہے۔ یہ حضرات ثابت بن قیس کی زوجہ کے قصے میں **اتردین علیہ حد یقتہ** (کیا تم اسے اس کا باغ واپس کر دو گی) اور **اقبل الحد یقۃ وطلقھا تطلیقۃ** (باغ واپس لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر خلع زوجین کی رضامندی کے بغیر ہو تا تو حضرت محمد ﷺ ان دونوں سے سوال جواب ہی نہ کرتے اور خود ہی تفریق کر دیتے۔ بقول امام جصاصؒ اگر یہ اختیار حاکم کو ہوتا کہ جب وہ دیکھے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کر دے خواہ زوجین خلع کو چاہے یا خلع سے انکار کریں تو حضرت محمد ﷺ ثابت بن قیس سے نہ پوچھتے اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ اس کو خلع دے دو، بلکہ حضرت محمد ﷺ خود خلع کا فیصلہ دے کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے اور شوہر کو اس کا باغ واپس کر دیتے خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے یا ایک فریق انکار کرتا۔ چونکہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چونکہ قاضی کو ہوتا ہے، اس لیے وہ لعان کرنے والے شوہر سے نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو یا اس کو طلاق دو، بلکہ قاضی خود ہی دونوں کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔[26]

عدم جواز مع فسخ نکاح

اس سلسلے میں فتوی دینے کا تیسرا رجحان یہ ہے کہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ موجودہ صورتحال میں عدالتی خلع اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں اور خلع کے اسلامی تصور اور رشتہ ازدواج کے یکسر الٹ ہے، لیکن دوسری طرف یہ بھی امر واقع ہے کہ ایسی خواتین کی تعداد کم نہیں جو واقعتاً مجبور ہیں۔ خاوند کے نروا سلوک کی وجہ سے یا کسی عیب کی وجہ سے اس کے ساتھ گزارا کرنا ان کے بس سے باہر ہو جاتا ہے۔ خاوند مطالبے کے باوجود نہ طلاق دینے پر آمادہ ہوتا ہے نہ خلع دینے پر راضی ہوتا ہے اور اپنا رویہ بدلنے کیلئے بھی تیار نہیں۔ اس طرح کی سنگین صورتحال میں عورت کے پاس عدالت جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر ایسی صورت حال ہو کہ عورت واقعتاً مجبور ہو تو اولاً اسے چاہیے کہ وہ عدالت میں خلع کی بجائے فسخ نکاح کی درخواست دائر کرے، لیکن اگر خلع کی درخواست کی گئی اور عدالت یک طرفہ خلع کا فیصلہ کر دے تو اس میں دیکھا جائے کہ کسی بھی مذہب کے مطابق اگر کوئی سبب فسخ پارہا ہو تو حکم حاکم رافع للخلاف کی بنیاد پر اس عدالتی فیصلے کو بطور فسخ نکاح معتبر قرار دیا جائے گا۔[27]

فتوی کا یہ رجحان فتاوی عثمانی اور تفہیم المسائل میں پایا جاتا ہے۔

دلائل

ان کی دلیل یہ ہے کہ سلطان یا قاضی کا یک طرفہ فیصلہ کرنا اجتہادی مسئلہ ہے اجماعی نہیں اور اجتہادی مسائل میں اصول ہے کہ

" حکم الحاکم فی مسائل الاجتہاد یرفع الخلاف" [28]

(اجتہادی مسائل میں حاکم / قاضی کا فیصلہ اختلاف ختم کر دیتا ہے)

لہذا جدید دور میں ضرورت کی وجہ سے اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر عدالتی فیصلے میں کوئی مجتہد فیہ سبب فسخ پایا جارہا ہے، تو یہ فرض کر کے کہ عدالت نے دوسرے مذہب کی رائے کو اختیار کر لیا ہے اس کو جائز قرار دے دیا جائے۔[29]

---

[26] الجصاص، احکام القرآن، 1/395

[27] اشفاق احمد، "عدالتی خلع پر فتوی کے مختلف رجحانات کا تنقیدی جائزہ۔" فکر و نظر، 1-2 شمارہ۔ 45 (2017) 135، 134

[28] ابو العباس القرافی، انوار البروق فی انواء الفروق (بیروت: عالم الکتب) 2/103

مالکیہ کے مذہب کو اختیار کرنا

چوتھا رجحان یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں جہالت اور احکام شرع سے بے خبری اور اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں ظلم وستم عام اور اختلاف عام ہے، ان اختلاف میں زیادہ بہتر ہے یہ ہے کہ اس مسئلے پر فقہائے مالکیہ کی رائے کو اختیار کرتے ہوئے عدالتی فیصلوں کو درست قرار دیا جائے۔ یہ رجحان معاصر اہل علم میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) اور مولانا مفتی محمد زاہد (پاکستان) کا ہے۔[30]

مفتی محمد زاہد کے نزدیک اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو اور بیوی اس کی بنیاد پر تفریق کی طلب گار ہو لیکن وہ خاوند کی طرف سے کسی زیادتی کو ثابت نہ کر سکے تو اس کیلئے خاوند سے خلاصی کی کوئی قانونی صورت ممکن نہیں ہے؟ اس بارے میں فقہ حنفی اور شافعی کے مطابق اس کیلئے یہی راستہ ہے کہ وہ خاوند کو طلاق دینے یا باہمی رضامندی کے ساتھ خلع کرنے پر آمادہ کرے اور کوئی عدالتی چارہ نہیں، البتہ مالکیہ کے مذہب اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق ایک خاص طریقہ کار اور کاروائی کے بعد عورت کیلئے بذریعہ قانون خاوند کی رضامندی کے بغیر بھی خلاصی کی صورت ممکن ہے۔[31]

دلائل

ان حضرات کے دلائل باب اول (فصل سوم) میں ذکر کی گئے ہیں۔ ان دلائل کے حوالے سے سید السابق لکھتے ہیں کہ ان وجوہ کی بناء پر اس مسئلے میں امام مالکؒ کی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور یہی رائے اکثر فقہاء اوزاعیؒ، اسحاقؒ، شعبیؒ، نخعیؒ، طاؤسؒ، ابو سلمہؒ، ابراہیمؒ، مجاہدؒ اور امام شافعیؒ کی ہے اور صحابہ میں بھی حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے۔[32]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی عدالتی خلع کے بارے میں امام مالکؒ کے مسلک کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں جہالت اور احکام شرع سے بے خبری اور اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں ظلم وستم اوراختلاف کی روشنی میں اگر اس مسئلے میں فقہائے مالکیہ کی رائے قبول کرلی جائے ت شاید مناسب ہو۔ ان امور کے علاوہ ہمارے فلاسفہ اسلام میں خلع کی جو روح اور حکمت بتائی ہے وہ بھی اس سے مطابقت رکھتی ہے جو امام مالکؒ کا مسلک ہے۔[33]

چاروں رجحانات کا تنقیدی جائزہ

پہلا رجحان "مطلقاً جواز" کا ہے جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع جائز ہے، یعنی اگر عورت عدالت میں جا کر یہ کہہ دے کہ اسے اپنے شوہر سے نفرت ہے تو عدالت کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ ان کے درمیان علیحدگی کر دے۔ اس کے مطابق تو عورت کو مکمل آزادی ہے جب چاہے وہ اپنے شوہر کو چھوڑ دے۔

---

[29] اشفاق احمد، عدالتی خلع، 142

[30] اشفاق احمد، عدالتی خلع، 137، 136

[31] محمد زاہد، عدالتی تفریق (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، 2014ء) 27

[32] سید السابق، فقہ السنۃ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1977ء) 2/276

[33] مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل (کراچی: زم زم پبلشرز، 2010ء) 3/124-129

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بالفرض اگر ہم مان لیں کہ عورت شوہر کی مرضی کے بغیر عدالت سے خلع حاصل کر سکتی ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ عورت جو کہ بہت جذباتی ہوتی ہے شوہر سے معمولی جھگڑے کے بعد عورت عدالت پہنچ جاتی اور عدالت اسے خلع دے دیتی، بعد میں جب اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کام کرتی تو اسے احساس ہوتا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی ہے اس غلطی کی وجہ سے اس کا خاندان تباہ ہو گیا اس کے بچوں کا مستقبل خراب ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مفتیان کرام کے پاس ایسے بہت سے سوالات آتے ہیں جن میں غصے کی وجہ سے طلاق یا خلع لی گئی ہوتی ہے، وہ مفتیان کرام سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اب رجوع کی کوئی صورت باقی ہے یا ایسی کوئی صورت ہے جس کی وجہ سے ان کا گھر بس جائے۔ یعنی اگر اس رجحان کے مطابق فیصلے ہونے لگے تو ہر دوسرا گھر تباہ ہو گا ان کے بچے دربدر ہوں گے۔

دوسرا رجحان "مطلقاً عدم جواز" کا ہے یعنی اگر کچھ بھی ہو جائے اگر عورت شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی نہ کر سکے تو اس صورت میں عورت کیلئے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں کہ یا تو وہ خاوند کے ساتھ موت تک اپنی زندگی گزارے چاہے اس کا شوہر اس کی زندگی کو جہنم ہی نہ بنا دے یا وہ عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرے اور عدالت اسے خلع دینے پر مجبور کرے، لیکن قانون نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت بیچاری لٹک کر رہ جاتی ہے اور نکاح کا یہ مقصد نہیں ہے کہ زوجین مجبوری کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزاریں۔

تیسرا رجحان "عدم جواز مع فسخ نکاح" ہے یعنی خلع کیلئے خاوند کی رضامندی ضروری ہے۔ دوسرے رجحان میں عورت کیلئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی جبکہ تیسرے رجحان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اگر عورت واقعتاً مجبور ہے تو اس کیلئے خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس رجحان کو اختیار کرنے میں بھی چند مشکلات پائی جاتی ہیں۔

عدالت میں بہت سے مقدمات ایسے بھی آتے ہیں جن میں مجتہد فیہ سبب فسخ نکاح نہیں پایا جاتا لیکن عورت واقعتاً مجبور ہوتی ہے اور وہ عدالت میں اسے ثابت نہیں کر سکتی۔ مولانا مودودی ایسی ہی عورت کے درد کا احساس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بظاہر فتوے کے اس رجحان میں عدالتی خلع کے متعلق اس قدر وسعت اختیار کرنے کے باوجود اس میں بہت سی مشکلات پائی جاتی ہیں۔

چوتھا رجحان "مالکیہ مذہب پر فتوی دینا" ہے اگر مقاصد شریعت کی رو سے دیکھا جائے تو چوتھے رجحان میں اعتدال کا پہلو غائب ہے اور اس میں مقاصد نکاح اور مصالح زوجین کی زیادہ رعایت ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس نقطہ نظر کے خارج میں سلبی اثرات و نتائج نہیں ہیں۔ اس نقطہ نظر کو اختیار کرنے کی صورت میں ان خواتین کو بھی فائدہ ہو گا جو واقعتاً مشکل کا شکار ہیں اور ان خواتین کیلئے بھی راستہ ہے جو کسی غلط فہمی یا نادانی کا شکار ہو کر خلع کا فیصلہ کروانا چاہتی ہیں۔[34]

ان چاروں رجحانات کا جائزہ لینے کا بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ چوتھا رجحان یعنی مالکیہ مذہب پر فتوی دینا یہ باقی رجحانات کی نسبت سے بہتر ہے کیونکہ اس میں عورت کیلئے آسانی ہے۔

موجودہ عدالتی خلع

اگر ہم موجودہ ان مقدمات کا جائزہ لیں جو عدالت میں خلع کیلئے آتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگرچہ ہمارا ملک اسلامی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا اور اس کے قوانین کو اسلامی قوانین میں ڈھالنے کی سفارشات بھی کی گئی، لیکن اس کے باوجود موجودہ قوانین میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ عورت جب عدالت میں خلع کا دعوی دائر کرتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور اس میں وہ وہ برائیاں بھی بتاتی ہے جو اس میں موجود نہیں دراصل اس کا مقصد کسی نہ کسی طرح خلع کا حصول ہوتا ہے۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ کچھ خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں جو واقعتاً مجبور ہوتی ہیں لیکن زیادہ تر آزادی نسواں کی علمبردار خواتین ہوتی ہیں، اس لیے جب عورت خلع کا دعوی کرتی ہے تو عدالت

---

[34] اشفاق احمد، عدالتی خلع، 156

شوہر کو نوٹس جاری کرتی ہے کہ فلاں تاریخ پر عدالت میں حاضر ہو ورنہ تمہارے خلاف فیصلہ کیا جائے گا اگر مقررہ تاریخ پر شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوتا تو عدالت اس خلاف فیصلہ کر دیتی ہے اور عورت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دیتی ہے۔

اس کے بر عکس اسلامی قانون یہ ہے کہ عدالت عورت کے دعوی کی مکمل تفتیش کرے، شوہر کو عدالت میں بلائے، اگر شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہو رہا تو باعتماد لوگوں کو اس کی خبر کیلئے بھیجے اور ان دونوں کے درمیان مصالحت کرنے کی بھرپور کوشش کرے، اس کے بعد اگر ان میں مصالحت نہ ہو پار ہی ہو تو عدالت شوہر کو طلاق دینے یا خلع دینے پر راضی کرے، اگر عدالت کے مجبور کرنے کے باوجود شوہر خلع نہ دے تو تب عدالت کو یہ حق ہے کہ وہ تنسیخ نکاح کی ڈگری کر دے۔

جبکہ موجودہ عدالتی نظام میں ایسا نہیں ہوتا نہ تو عدالت معاملے کی تفتیش کرتی ہے اور نہ ہی شوہر کو طلب کرنے کیلئے کوشش کرتی ہے اور شوہر کی عدم موجودگی میں تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دیتی ہے۔ فیملی کورٹس کے جج صاحبان عام طور پر شرعی حدود کی پرواہ نہیں کرتے بس صرف قانونی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر فسخ نکاح کی ڈگری کا اجراء کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ آئے دن عدالت سے "فسخ نکاح" کی ڈگری لینے کے باوجود مفتیان کرام کے پاس جاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ عدالت سے ڈگری حاصل کرنے کے باوجود لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لیے موجودہ عدالتی نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

عدالتی نظام میں بہتری اور اصلاحات کے حوالے سے چند تجاویز درج ذیل ہیں۔

1. جج حضرات کو اس بات پر قائل کیا جائے کہ وہ بے شک خلع کے مقدمات کو تیز رفتاری سے نمٹائیں، لیکن 2002ء میں ہونے والی ترمیم میں مصالحت کا باقاعدہ کوئی طریق کار وضع نہیں کیا گیا، اس لیے 1961ء کے مسلم عائلی قوانین نکاح ختم کرنے کے سلسلے میں ثالثی کونسل کا جو طریق کا ذکر کیا گیا ہے اس کو سنجیدگی سے اختیار کر لیا جائے، اس حوالے سے پاکستان اور مصری قانون میں بہت مماثلت ہے بلکہ پاکستانی قانون میں احتیاط کو زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جہاں خلع کا مقدمہ دائر کرنے سے پہلے بیوی ثالثی کونسل میں درخواست دے، وہاں اگر صلح نہ ہو سکے تو عدالت کی طرف رجوع کیا جائے اور عدالت بھی پابند ہے کہ کیس کی سماعت سے پہلے صلح کی کوشش کرے، حکمین کے ذریعے یا خود ہی اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو فیصلہ سنائے جانے سے پہلے ایک بار پھر کوشش کی جائے اور ناکامی کی صورت میں فیصلہ سنایا جائے۔[35]
2. عدالتوں میں ایسے جج حضرات کا تقرر کیا جائے جو رائج الوقت قوانین میں مہارت کے ساتھ ساتھ شرعی و دینی مسائل کے بارے میں پوری واقفیت رکھتے ہوں۔
3. عوام الناس میں شعور کو اجاگر کیا جائے کہ چھوٹے چھوٹے گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے طلاق سے و خلع کی نوبت نہ آئے۔ اور وہ اپنے مسائل کو عدالتوں سے باہر ہی حل کریں۔
4. جب عورت عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے تو اسے چاہیئے کہ پوری سچائی کے ساتھ عدالت کو اپنا معاملہ بیان کرے، ایسا نہ ہو کہ فسخ نکاح کی ڈگری کے حصول کیلئے عدالت میں جھوٹ بولے یا غلط ثبوت پیش کرے۔

سب سے بڑی ذمہ داری عدالت کی ہے کہ وہ عورت کے دعویٰ کی پوری تحقیق و تفتیش کرے اور اس کے بعد قرآن و سنت اور فقہاء کی آراء کو سامنے رکھ کر فیصلہ دے۔ تاکہ عوام اس کے فیصلے پر اعتماد کر سکیں۔

---

[35] محمود سرطاوی، شرح قانون الاحوال الشخصیہ (عمان: دارالفکر۔2010ء)299۔302